Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
April 20, 2026

The Allegorical Style of the Holy Quran and Its Effects: Methodological and Semantic Study

قرآن کریم کا اشاراتی اسلوب اور اسکے اثرات: منہجی ودلالاتی مطالعہ

Abdullah
Research Scholar, Alhamd Islamic University Islamabad Campus

Dr. Munir Ahmed
Associate Professor, Alhamd Islamic University Islamabad Campus

Abstract

In the light of the Quran and Sunnah, it is clear that the eye is a means of vision as well as a means of feelings and thoughts. The Quran sometimes describes this gesture as a manifestation of fear and faith, sometimes as a manifestation of sadness and regret, and sometimes as a manifestation of arrogance and contempt. Similarly, in the blessed hadiths, the gestures of the eye and face are an eloquent and perfect means of communication for training, love and reformation of the ummah.

Keywords: Allegorical Style, Holy Quran, Methodological and Semantic, Sunnah

تعارف

قرآن حکیم بنی نوع انسان کی ابدی وآفاقی رہنمائی کے لیے نازل کیا گیا، جنانچہ اسکی ابدیت وآفاقیت کا تقاضہ تھا کہ اسے قیامت تک کے انسانی، فکری، ابلاغی، اور سائنسی ارتقاء کی ضروریات کو پورا کرنے کی اعلیٰ صلاحیت کا حامل ہو۔

اگر ہم موجودہ زمانے بالخصوص اکیسویں صدی کے پہلے ربع پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ بین الانسانی روابط اور ان کے نت نئے وسائل منظر عام پر آئے ہیں ۔مواصلات وربط باہمی کے وسائل نے حالیہ برسوں میں ترقی کی نئی نئی منازل طے کی ہیں جن کا اب ربع صدی قبل محض تصور ہی ممکن تھا۔ برقی ذرائع مواصلات ہوں یاجدید ترین صوتی تشکیل کے آلات یا براہ راست صورت دکھانے والی جدید مشینری ان سب میں حیرت انگیز حد تک ترقی ہوئی ہے۔

ریڈیو اور وائرلیس جس کی جدید شکل موبائل فونز اور ان کی نت نئی اپلیکشن کی صورت میں مواصلات کی دنیا میں انقلاب برپا کر چکی ہے اسی طرح ٹیلی ویژن سے آگے لائیو کیمرہ اور ڈیجیٹل کیمرے تک اتصال نئی راہیں ہموار کر چکے ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

آج کے دور میں جس طرح محض صوتی اتصال کو یعنی ایسا رابطہ جس میں محض آواز سنائی دے اور صورت نظر نہ آئے ناقص خیال کیا جاتا ہے اسی طرح صرف زبان معلومات فراہم کرنے میں ناقص سمجھی جاتی ہے جب تک معلومات فراہم کرنے والے کی صورت نظر نہ آتی ہو، جبکہ اتصالی بصری کی معیت میں زبان اس قابل ہو جاتی ہے کہ مطلوبہ معلومات جس طرح کے جذبات اور جسمانی اشارات کی متقاضی ہوتی ہیں ان کے مکمل اظہار کے ساتھ مخاطب کے دل تک پہنچا سکیں۔

اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ انسانوں کے ربط باہمی میں مخاطب کا سامعین پر عمیق و بلیغ تاثر اشاراتی اسلوب کے بغیر ناممکن ہے۔ خواہ مضمون کیسا ہی شاندار ہو، اشاراتی اسلوب کے بغیر جاندار اور مؤثر نہیں بن سکتا۔ ماہرین ابلاغیات نے برسوں کی جان فشانی اور عرق ریزی کے بعد اس نکتے تک رسائی حاصل کر سکے کہ اشاراتی اسلوب کے بغیر کوئی گفتگو تاثیر کے مطلوبہ ہدف کو نہیں پہنچ سکتی تاوقتیکہ اسے اشاراتی اسلوب کی چاشنی حاصل نہ ہو لیکن قرآن حکیم نے اس اسلوب کا استعمال ان تحقیقات سے چودہ صدیاں قبل اس وقت فرمایا جبکہ عمومی انسانی شعور بالیدگی کی منزل سے ناآشنا نہیں تو بالکل ابتدائی سطح پر ضرور تھا۔ بلاشبہ اشاراتی اسلوب کا یہ بر محل استعمال اور تاثر کے ابلاغی آلے کے طور پر اس کا برتنا قرآنی آیات کا معجزہ ہے۔

بطور مثال کے درجہ ذیل قرآنی آیات اشاراتی اسلوب اور سامع پر اس کے زبردست اثرات کی طرف چشم کشا انکشافات پر مبنی ہیں۔

﴿فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَامَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا * يَاأُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا * فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾[1].

ترجمہ: پھر عیسیٰؑ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تو بہت ہی عجیب و غریب چیز لائی ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔ اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پنگھوڑے میں بچہ ہے۔

اور اسی طرح آیت مبارکہ:

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾[2].

ترجمہ: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ اللہ نے فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

چنانچہ یہاں سورہ مریم کی جو آیات درج کی گئیں ان میں واضح طور پر سیدہ مریم علیہا السلام کا لفظی تکلم کے بجائے قوم کے جواب محض ایک اشارے پر اکتفاء کرنا جبکہ دوسری آیت میں اشاراتی اسلوب کا بطور رمز و نشانی کے ذکر کیا جانا گویا کہ اشاراتی اسلوب کو اپنانے کی تلقین ہے۔

اسی طرح اِشارۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ * فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴾[3].

پس (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔ اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں۔

CC BY

حضرت ابراہیمؑ کے طرزِ عمل میں ''ضیافت کے لیے خاموش خدمت'' اور عملی اشارہ (کھانا پیش کرنا) ایک غیر لفظی دعوتی طرز ہے۔

اسی طرح اِشارۃ حضرت یوسف علیہ السلام

﴿قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴾[4].

تو اس نے کہا اپنے مالک کے پاس واپس جا، پھر اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔

اشاراتی پہلو: حضرت یوسفؑ نے اشارتاً اپنی براءت اور صداقت ظاہر کی، بغیر الزام تراشی یا کلامی احتجاج کے۔ یہ اخلاقی اور حکیمانہ اشارہ ہے۔

اب بطور مثال کے درجہ ذیل احادیث مبارکہ سے اشاراتی اسلوب

سنن نسائی کی روایت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ: يَحْمَدُ اللَّهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: «مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»، ثُمَّ يَقُولُ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ»، وَكَانَ إِذَا ذَكَرَ السَّاعَةَ احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ كَأَنَّهُ نَذِيرُ جَيْشٍ يَقُولُ: صَبَّحَكُمْ مَسَّاكُمْ، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ أَوْ عَلَيَّ، وَأَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ» [5]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے جو اس کی شایان شان ہوتی، پھر آپ فرماتے'' : جسے اللہ راہ دکھائے تو کوئی اسے گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور بدترین کام نئے کام ہیں، اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے''، پھر آپ فرماتے'' : میں اور قیامت دونوں اس قدر نزدیک ہیں جیسے یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہیں''، اور جب آپ قیامت کا ذکر کرتے تو آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو جاتے، اور آواز بلند ہو جاتی، اور آپ کا غصہ بڑھ جاتا جیسے آپ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہوں، اور کہہ رہے ہوں: (ہوشیار رہو! دشمن) تم پر صبح میں حملہ کرنے والا ہے، یا شام میں، پھر آپ فرماتے'' : جو (مرنے کے بعد) مال چھوڑے تو وہ اس کے گھر والوں کا ہے، اور جو قرض چھوڑے یا بال بچے چھوڑ کر مرے تو وہ میری طرف یا میرے ذمہ ہیں، اور میں مومنوں کا ولی ہوں

اشاراتی پہلو: خطبے میں ہاتھ کے اشارے سے ابلاغِ اثر اور تاکیدِ معنی پیدا کرتے تھے—یہ غیر لفظی بلاغت کی سب سے اعلیٰ مثال ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الِاسْتِسْقَاءِ، وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ»[6]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استسقاء کے سوا اور کسی دعا کے لیے ہاتھ (زیادہ) نہیں اٹھاتے تھے اور استسقاء میں ہاتھ اتنا اٹھاتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

اشارتی پہلو: ہاتھ اٹھانا اشارہ ہے جو دعا میں خشوع و تضرع کو ظاہر کرتا ہے—غیر لفظی اظہارِ عقیدت۔

اسی طرح ایک اور روایت ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ»[7]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' :ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے لیے دھوکے سے قیمتیں نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور اللہ کے بندے بن جاؤ جو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کیا، (پھر فرمایا)'' : کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، ہر مسلمان پر (دوسرے) مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہیں۔

اشارتی پہلو: نبی ﷺ نے لفظ کے ساتھ سینے کی طرف اشارہ کر کے دل میں تقویٰ کی حقیقت سمجھائی ، یہ تعلیم کا غیر لفظی اسلوب ہے۔

اسی طرح کئی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[8]

لہذا ان مواقع پر نبی ﷺ نے خاموشی کو اشارے کے طور پر استعمال کیا —— رضامندی یا ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے۔

یہ ہیں وہ محرکات جو اس موضوع پر کام کرنے کے لیے داعی ثابت ہوئے تاکہ ہم گہرائی کے ساتھ اشاراتی اسلوب کی متنوع اقسام اور سامعین پر ان کے دوررس اثرات کا جائزہ لے سکیں اور قرآنی علوم کے اس ایک زاویے کے انکشافات اور ربانی ہدایات کی روشنی سے بقدر وسعت اقتباس نور کر سکیں۔

علم الاصوات اور مقامات صوت (موسیقی)

لہجوں کے صوتی آہنگ، جسمانی ہیئت اور وضع میں اشاراتی زبان

اشاراتی زبان کا دار و مدار محض بامعنی الفاظ کی تائید میں نکلنے والے اشارات پر ہی منحصر نہیں ہوتا بلکہ انسانی اصوات، لہجات، اعضائے جسمانی کی انفرادی اور اجتماعی ہیئت کذائی پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے منہ سے نکلنے والی مختلف اصوات جن کا بظاہر کوئی معنی نہیں ہوتا نیز صوتی آہنگ، آواز کا زیر و بم اور مد و جزز اشاراتی زبان میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے بعینہ انسانی جسم کے اعضاء کی اجتماعی حرکت جیسے کھڑے ہونا، بیٹھنا، لیٹنے کی مختلف حالتیں، آسودہ چہل قدمی، بے تابی کے لڑکھڑاتے قدموں چلنا، دوڑنا، بھاگنا یہ سب اشاراتی زبان کے مختلف مختلف پہلو اور کیفیات ہیں۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

کسی چیز کے خوف سے ہانپتے کانپتے بھاگنااور ورزش کے لیے پر اعتماد قدموں کے ساتھ دوڑنااشاراتی زبان کی دو مختلف حالتوں کی عکاسی ہے۔

صوتیات اور لہجات کے اسرار

اشاراتی زبان کا ایک نہایت اہم پہلو صوتیات اور لہجات کے مختلف انداز، آواز کے زیر و بم اور گفتگو میں ادا کیے جانے والے الفاظ کے مد و جزر سے متعلق ہے۔روزمرہ گفتگو میں لہجے کی نرمی یا سختی، بلندی اور پستی، سرعت اور ٹھراؤ یہ سب کلام میں معنوی تغیر اور سامع پر واضح اثرات مرتب کرتی ہے۔آواز میں خوشی کا جوش مسرت اور غم کی اداسی بھی ادا ہونے والے الفاظ کی اثر آفرینی میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔کلام کا صوتی حسن اسی آہنگ کا مرہون منت ہوتا ہے۔اشاراتی زبان کی اتنی اہم جہت کو قرآن کریم کی آیات کے ضمن میں ہر گز فراموش نہیں کیا جاسکتا۔سورہ لقمان میں باری تعالی نے جناب لقمان کی یہ حکیمانہ نصیحت ذکر فرمائی ہے:

﴿ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴾ (9)

ترجمہ: اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

آفاقی صوتیات کے باب میں یہ آیت ایک اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے۔

چنانچہ جب قرآنی آیات کے مضمون کی مطابقت میں لہجات کو منطبق کیا جاتا ہے تو اس کی تاثیر میں اضافے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کا صوتی اعجاز بھی نمایاں ہوتا ہے ۔بلاشبہ لہجات کی رعایت قرآنی جمالیات کا ایک اہم مظہر ہے۔

اگر گدھے کی اواز مکروہ السماعت ہونے کے باعث ناپسندیدگی کا معیار قرار پائی اور حکیم لقمانؑ اپنے بیٹے کو اپنی حکمت بھری نصیحت میں ایسی اواز اپنانے سے منع فرما رہے ہیں تو اسکے کئی اسباب ہیں جنکا تعلق صوتیات کے سلبی پہلو سے ہے۔

مثال کے طور پر گدھے کی اواز میں غیر ضروری اور غیر مرتب بلند اہنگی بے فائدہ تکرار اور موقع بے موقع کی چیخم دھاڑ، فطرت کی مجموعی صوتیاتی نزاکت کو متاثر کرتی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکیم لقمانؑ اپنے بیٹے کو اواز پست رکھنے کا حکم دیتے ہووے گدھے کی آواز کی کراہت سے کیوں اگاہ کر رہے ہیں؟

جواب یہ ہی کہ گدھے کی اواز کئی مکروہ خصوصیات کے باعث سب سے بری اواز قرار پاتی ہے۔غصے کی حالت میں بالعموم انسان کی اواز نا صرف بلند ہوتی ہے بلکہ اس میں گداہانہ اواز کی دیگر مکروہات بھی در اتی ہیں جن میں اواز کو لبند سے بلند تر کرنے سعی اور بے فائدہ تسلسل سماعتوں پر گراں بار اور اذیت کا باعث بنتی ہے۔

قران کریم نے اپنے ایجازی اسلوب کے مطابق صرف بدترین اواز میں ایک مثال کا ذکر کر دیا اور سامع کی فہم اور صوتیاتی تذوق پر دیگر اوازوں کو علی الاطلاق رہنے

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

دیا۔اب انسان کاذوق سماعت اپنی فطری صلاحیت کی بناپر یہ فیصلہ کریگا کہ کس اواز میں حصن ہے اوز کس اواز میں قبح۔

اگر بلبل کی اوز اور چڑیا کی چہچہاہٹ اور گنگنانے والے کا ترنم در حقیقت ایک ہی لحن کی کڑیاں ہیں اور دقت نظر سے دیکھا جائے تو جواواز صوت الحمیر کی صفات صوتیہ سے بعید تر ہو گی وہ اتنی ہی احسن اور شیریں ہو گی۔

علم النغمات یاقرآن کریم وانا شید کے لحجات کا فن

تعارف

پوری دنیا میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے قاری کی قراءت سات لحجات میں سے کسی بھی لہجے سے باہر نہیں ہوتی،یعنی اس کی قراءت سات لہجوں میں سے کسی ایک لہجے کے موافق ضرور ہو گی۔

اسی طرح پوری دنیا میں اناشید یعنی عربی نعتیں، نظم اور غزل بھی ان ہی لحجات میں پڑھتے ہیں،پڑھنے والا ان ہی میں سے کسی ایک لہجے کو اختیار کرتا ہے۔

وہ سات لحجات اہل فن نے اس جملے میں جمع کئے ہیں:''صنع بسحر'' ،بعض نے آٹھ کہا ہے،اس میں ایک اور مقام کو شامل کیا ہے،وہ مقام کرد ہے، جس کا مجموعہ ہو گا ''صنع بسحر ک''

''ص ''سے صباء ''ن'' سے نہاوند ''ع ''سے عجم (چہارگاہ) ''ب'' سے بیات'' س'' سے سیگاہ ''ح'' سے حجاز اور'' ر'' سے رست، اور''ک'' سے کرد۔اس فن کو علم النغمات بھی کہتے ہیں، علم المقامات بھی کہتے ہیں، ترانیم قرآنی بھی کہتے ہیں اور اس کو لحجات کا علم بھی کہا جاتا ہے۔

علم النغمات کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ جمالیاتی (خوبصورتی) پہلو سے ہے

جب ان لحجات کو آیت کے مفہوم کے مطابق استعمال کیا جائے تو قرآن کی زبان سے ناواقف سامع بھی اثر سے محروم نہیں رہتا۔

جن آیات میں جنت کی بشارت ہے یا اہل ایمان کے لیے نعمتوں اور رحمتوں کا ذکر ہے ان کا تقاضہ ہے کہ جب ان کی تلاوت کی جائے تو انہیں جوش مسرت سے معمور لہجے میں پڑھا جائے۔ جن آیات میں عذاب وعقاب کا ذکر ہے انہیں مغموم صوت میں ادا کرنا ان کا حق ہے۔ جہاں عمل کی دعوت دی گئی ہو وہاں ترغیبی لہجہ چاہیے اور جہاں دنیا کی بے ثباتی اور فانی ہونے کا تذکرہ ہو وہاں ایک پر ملال ناصحانہ انداز صوت درکار ہوتا ہے۔

کل سات لحجات ہیں، جو ہم نے ابتدا میں ذکر کر دیئے اور یہی سات لحجات اصلی ہیں، بعض نے آٹھ ذکر کیے ہیں، لیکن باقی ان لحجات کی فروعات اور شاخیں ہیں جو انہی اصلی لحجات کو ملا کر بنائی جاتی ہیں، جن کو ہر لہجہ کے ساتھ ضمناً ذکر کیا جائے گا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

اگر کسی نے قرآن کریم کی آیات میں استعمال کرنا ہو تو اس وقت ان لحجات کی ترتیب مختلف ہو گی، بلکہ ہر قاری کے لحجات کے پڑھنے کی ترتیب دوسرے سے اکثر مختلف ہوتی ہے، لیکن اکثر قراء ابتدا میں بیات ہی کو استعمال کرتے ہیں۔

دکتور عثمان بن محمد ان ہی مقامات کے متعلق لکھتے ہیں:

والمقامات الصوتية عند المتخصصين تجتمع في كلمة (صنع بسحر)، وهي بالتفصيل :
(ص) صبا: وهو أكثر المقامات حزناً، وأصل كلمة "صبا" سرياني أي سابا.
(ن) نهاوند: هو المقام المتعارف عليه في الموسيقى الشرقية والغربية نسبة إلى مدينة النهاوند.
(ع) عجم: وهو المقام المتعارف عليه أيضا بين الشرق والغرب نسبة إلى بلاد العجم أو الفرس .
(ب) بيات: يمثل المقام الشعبي ومعناه الفرح أو السرور بالآرامية أو السريانية في كل بيت تتردد فيه العتابا والميجنا والأفراح .
(س) سيكا: وهو المقام الذي تقف عليه علامة الربع الشرقية أي الدرجة الثالثة بالفارسية، وهو أيضا يبعث السعادة للروح .
(ح) حجاز: مقام يبعث أيضا الدفء والفرح، وتسميته نسبة إلى إقليم الحجاز.
(ر) رست: متعارف عليه في المقامات الموسيقية العربية بأنه سيد المقامات، واسمه يعني المستقيم أو الصحيح باللغة الفارسية أو الكردية وليس رسي على شيء كما يقال. وقيل "إذا أردت الختام فرست ."
والبعض يضيف الكرد على تلك المقامات: فتصبح الكلمة المجموعة «صنع بسحرك».
هذه المقامات الأساسية التي تتفرع منها المقامات الأخرى على حسب الأبعاد الموسيقية في السلم الموسيقي وتصل تقريبا إلى ٢٥٠ مقام .ويلاحظ في هذه الأسماء للمقامات أكثرها ليست عربية، بل هي من أصل فارسي أو تركي[10].

کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی مختلف حالتیں

کھڑے ہونے اور ٹھرنے کی اشاراتی جہات

کھڑے ہونا جو بیٹھنے کی متضاد جسمانی ہیئت کا نام ہے۔ ٹھرنے سے مراد وہ جسمانی حالت ہے جس میں بدن دونوں قدموں کے سہارے سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایسی متعدد آیات ہیں جہاں مختلف مواقع پر کھڑے ہونے اور ٹھرنے کی اشاراتی زبان کا بیان ہے اور معانی پر ان کی دلالت کا ذکر ہوا ہے۔

قیام کی ایک مثال قرآن مجید کی آیت:

﴿وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا﴾[11].

ترجمہ: اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب وہ (بادشاہ وقت کے سامنے) کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا ہمارا رب، آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی اور معبود کی ہر گز عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے بہت دور ہو گی۔

قیام یا کھڑے ہونا حقیقی معنوں میں بھی ہو سکتا ہے اور مجازی معنوں میں بھی۔ حقیقی سے مراد ان نوجوانوں کا مشرک بادشاہ کے روبرو کھڑے ہو کر اعلائے کلمۃ الحق

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

بھی ہو سکتا ہے۔

حقیقت کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی بھری مجلسوں میں کھڑے ہو کر شرک کی مذمت بیان کرنے اور توحید کا اعلان کرنے لگے جبکہ مجازی معنوں میں اٹھ کھڑے ہونے سے مراد وہ جرأت واستقامت، بہادری اور مزاحمت کا جذبہ ہے کہ وہ کسی صورت بھی توحید سے دستبردار نہ ہوں گے بلکہ اپنے قول کو عملی جامہ پہنانے اور صرف رب تعالیٰ کی عبادت ورضاجوئی میں لگ جائیں گے۔ جیسے کوئی بیٹھا ہوا آدمی کسی عمل کی انجام دہی کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔

تقریباً یہی بات بیسویں صدی کے عظیم مفسر ابن عاشور التحریر میں لکھتے ہیں:

وَالْقِيَامُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ حَقِيقِيًّا، بِأَنْ وَقَفُوا بَيْنَ يَدَيْ مَلِكِ الرُّومِ الْمُشْرِكِ، أَوْ وَقَفُوا فِي مَجَامِعِ قَوْمِهِمْ خُطَبَاءَ مُعْلِنِينَ فَسَادَ عَقِيدَةِ الشِّرْكِ. وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْقِيَامُ مُسْتَعَارًا لِلْإِقْدَامِ وَالْجَسْرِ عَلَى عَمَلٍ عَظِيمٍ، وَلِلِاهْتِمَامِ بِالْعَمَلِ أَوِ الْقَوْلِ، تَشْبِيهًا لِلِاهْتِمَامِ بِقِيَامِ الشَّخْصِ مِنْ قُعُودٍ لِلْإِقْبَالِ عَلَى عَمَلٍ مَا [12].

اور سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾[13].

ترجمہ: وہ جو سُود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سُود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سُود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اَب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

قیام، (کھڑے ہونے) کی حقیقت چاک وچوبند ہونا، مستعدی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہونا اور ثابت قدم ہونا ہے۔ مجازی اطلاق حالت کی بہتری اور قوت کی بحالی پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں بیمار مرض سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بازار کھڑا ہونا کا مطلب ہوتا ہے بازار کی بہتر حالت، اور جنگ کے قیام کا مطلب اگرچہ یہاں منفی مفہوم میں ہے بہر حال اس کے تیز ہونے سے کنایہ ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مراد ہے کہ جب لوگ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے تب سود خور شیطانی اثر سے متاثر پاگل شخص کی طرح کھڑے ہوں گے۔

یہی بات ابن عاشور لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: لَا يَقُومُونَ حَقِيقَةُ الْقِيَامِ النُّهُوضُ وَالِاسْتِقْلَالُ، وَيُطْلَقُ مَجَازًا عَلَى تَحَسُّنِ الْحَالِ، وَعَلَى الْقُوَّةِ، مِنْ ذَلِكَ قَامَتِ السُّوقُ، وَقَامَتِ الْحَرْبُ. فَإِنْ كَانَ الْقِيَامُ الْمَنْفِيُّ هُنَا الْقِيَامَ الْحَقِيقِيَّ فَالْمَعْنَى: لَا يَقُومُونَ- يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ- إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ، أَيْ إِلَّا قِيَامًا كَقِيَامِ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ، وَإِنْ كَانَ الْقِيَامَ الْمَجَازِيَّ فَالْمَعْنَى إِمَّا عَلَى أَنَّ حِرْصَهُمْ وَنَشَاطَهُمْ فِي مُعَامَلَاتِ الرِّبَا كَقِيَامِ الْمَجْنُونِ تَشْنِيعًا لِجَشَعِهِمْ، قَالَهُ ابْنُ عَطِيَّةَ[14].

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

اسی طرح قیام کی ایک اور کیفیت کا بیان سورہ الزمر میں ہوا ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾[15].

اور صُور پھونکا جائے گا تو سب لوگ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں بے ہوش ہو جائیں گے سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے گا، پھر اس میں دوسرا صُور پھونکا جائے گا، سو وہ سب اچانک دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

یہاں کھڑا ہونے سے مراد دہشت و وحشت اور حیرت کے مارے کسی جگہ جم کر رہ جانا اور قدم تک ہلا نہ سکنا، جیسے کسی منظر کو دیکھ کر آدمی کھڑے کا کھڑا رہ جاتا ہے اور قدم تک اٹھانے کا یارا نہیں ہوتا۔

امام رازی لکھتے ہیں:

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْقِيَامُ بِمَعْنَى الْوُقُوفِ وَالْخُمُودِ فِي مَكَانٍ لِأَجْلِ اسْتِيلَاءِ الْحَيْرَةِ وَالدَّهْشَةِ عَلَيْهِمْ.[16]

اور سورہ مطففین میں ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾[17].

جس دن سب لوگ ربُّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

یقوم الناس سے مراد یہ ہے کہ وہ سر جھکائے دست بستہ بارگاہ ایزدی میں کھڑے ہوں گے۔

ابن عاشور کے بقول:

وَمَعْنَى يَقُومُ النَّاسُ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ قِيَامًا، فَالتَّعْبِيرُ بِالْمُضَارِعِ لِاسْتِحْضَارِ الْحَالَةِ[18].

فعل مضارع کے ساتھ اس منظر کو تعبیر کرنے میں اس حالت کی (خاموش) تصویر کشی/منظر کشی ہے۔

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں "کھڑے ہونے" کے معانی پر ایک نظر:

سابقہ آیات مبارکہ میں اکثر مقامات پر "کھڑے ہونے" سے مراد حقیقی معنی میں کھڑے ہونا ہے اور ہر آیت میں قیام کی مختلف معنوں پر دلالت کا اشارہ ملتا ہے جسے آیت کے سیاق سے سمجھا جاتا ہے۔ کبھی قیام کی معنوی دلالت حق کے بیانگ دہل اعلان کرنے پر ہوتی ہے جیسا کہ اصحاب کہف کا مشرک بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونا اور اظہار حق کرنا۔ کبھی اس کی دلالت ڈولتے قدموں کے ساتھ اور لڑکھڑاتے ہوئے کھڑے ہونے پر بھی پائی گئی جیسا کہ سود خور کا یوم قیامت رب العزت کے حضور کھڑے ہونا، کبھی دہشت اور وحشت کے مارے کھڑے کا کھڑا ہی رہ جانا اس کیفیت پر دلالت صور پھونکے جانے کے وقت کی حالت بیان کرنے والی آیت میں ہے۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

کبھی کھڑے ہونے کی حالت تعبدی کیفیت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ لوگ پورے خشوع و خضوع کیساتھ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے جس کا ذکر سورۃ المطففین میں ہے۔

ان تمام دلالات کا کہیں لفظی ذکر نہیں بلکہ بواسطہ زبان اشارہ یہ سب نہایت بلیغ اور مؤثر پیرائے میں سمجھ آتا ہے۔

لیٹنے، چلنے اور دوڑنے کی حالتیں اور انکی تعبیرات

چت لیٹنے اور نیند سے متعلق اشاراتی زبان

قرآن کریم میں چار جگہ پر چت لیٹنے اور نیند سے متعلق آیات وارد ہیں جن میں لیٹنے اور نیند کے تعلق سے اشاراتی زبان کے رموز ملتے ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت ہے:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾(19).

پھر جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔

"جنوبکم" سے مراد سونے کی حالت میں یا پہلو کے بل لیٹے ہونے کی حالت کو کہتے ہیں۔

مفسر طبری نے "جامع البیان" میں یہی قول اختیار کیا ہے۔

قيامًا وقعودًا ومضطجعين على جنوبكم، بالتعظيم له، والدعاء لأنفسكم بالظفر على عدوكم، لعل الله أن يظفركم وينصركم عليهم(20).

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرٍّ مَسَّهُ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(21).

ترجمہ: اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے ہمیں پکارتا ہے لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں چل دیتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہ تھا یونہی بھلے کر دکھائے ہیں حد سے بڑھنے والوں کو ان کے کام۔

امام قرطبیؒ نے "جنب" کے بارے میں وضاحت کی ہے

دَعانا لِجَنْبِهِ" أَيْ عَلَى جَنْبِهِ مُضْطَجِعًا (22).

کہ یہاں پہلو کے بل سیدھا لیٹنا مراد ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

سورہ السجدہ کی آیت میں ارشاد ہے:

﴿تَتَجافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْناهُمْ يُنْفِقُونَ﴾[23].

ترجمہ: ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔

وَالْمَضَاجِعُ جَمْعُ مَضْجَعٍ، وهي مَوَاضِعُ النَّوْمِ. وَيَحْتَمِلُ عَنْ وَقْتِ الِاضْطِجَاعِ، وَلَكِنَّهُ مَجَازٌ، وَالْحَقِيقَةُ أَوْلَى. [24].

آیت میں مذکورہ اضطجع سے مراد سونا، یا پہلو کے بل لیٹنا بھی ہے۔

اس آیت کے ذیل میں سید قطب لکھتے ہیں:

ولكن هذه الجنوب لا تستجيب . وإن كانت تبذل جهدا في مقاومة دعوة المضاجع المشتهاة . لأن لها شغلا عن المضاجع اللينة والرقاد اللذيذ . شغلا بربها . شغلا بالوقوف في حضرته . وبالتوجه إليه في خشية وفي طمع يتنازعها الخوف والرجاء . الخوف من عذاب الله والرجاء في رحمته . والخوف من غضبه والطمع في رضاه . والخوف من معصيته والطمع في توفيقه [25].

یہ آیت رات کے وقت ان کی خواب گاہوں کی صورت کشی کر رہی ہے کہ ان کی بستر ان کے پہلوؤں کو نیند، اور خوابوں کی لذت بھری حالت کی جانب بلاتی ہیں تاہم ان کی کروٹیں اس دعوت کو قبول نہیں کرتی۔ اگرچہ خواب گاہوں کی اس لذت بھری دعوت کو ٹھکرانا آسان نہیں ہوتا لیکن اگر وہ اس دعوت کو قبول کرلیں تو رب تعالیٰ کے ساتھ ان کی مناجات، اس کے سامنے کھڑے ہونے اور سجدہ ریز ہونے کا معمول چھوٹ جاتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں لیٹنے کی دلالتیں موقع محل اور سیاق کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ جو لیٹ کر خدا کے ذکر میں ہو، وہ لیٹنا عبادت پر دلالت کرتا ہے۔

کروٹ پر کروٹ بدلنا اور کبھی ایک پہلو پر لیٹنا، کبھی دوسرے پہلو پر پڑ جانا یہ دلالت ہے شدید درد اور تکلیف پر یا غم واندوہ پر۔ تو گویا لیٹنے کی دلالات مختلف ہیں اور انسان کے اندرونی خلفشار اور کرب کی آئینہ دار ہیں۔

عین کی دلالات

اس فصل میں ہم قرآن مجید میں عین کے حوالے مختلف تعبیرات اور ان کی مفہومی دلالات کا جائزہ لیں گے۔

قرآن مجید میں نظر کا استعمال اور اس کے اسرار

اشاراتی زبان میں آنکھ کی وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں اس کی مرکزی حیثیت ہے۔ جسم و جان پر جو احوال گزرتے ہیں آنکھ سے ان کے تاثرات چھلکے جاتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا اسی شدت تاثر کا ایک مظہر ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر آنکھوں اور ان سے وابستہ کیفیات کا ذکر موجود ہے۔ کلام الٰہی کے پڑھ کر سنائے جانے کے وقت اہل حق کے دلوں پر جو رقت آمیزی طاری ہوتی ہے اس کے نتیجے میں ان کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑی لگ جاتی ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

قرآن کریم نے اسے آنکھوں کے بہہ پڑنے سے تعبیر کیا ہے۔ قبول حق کے باعث اس روتی آنکھ کا تذکرہ سورہ مائدہ میں ہوا ہے۔ یہ ذکر اہل ایمان کے حوالے سے مقام مدح میں ہے۔

دوسرے مقام پر ایسی آنکھ کا ذکر ہے جو امور حق میں وسائل کی کامیابی کے باعث پیچھے رہ جانے کے تاسف وافسوس میں اشک بہاتی ہے۔ یہ دراصل ان اہل حق کے خالص ایمان اور مخلصانہ اسلام کی گواہی ہے کہ وہ معرکہ حق میں اسباب کی عدم فراہمی کے سبب سبقت نہ کرسکے اور اس ندامت میں ان کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

سورۃ التوبہ میں ایسی آنکھ کا ذکر ہے۔

سورۃ یوسف میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی روتی ہوئی آنکھوں کا ذکر ہے جب وہ فراق یوسف علیہ السلام میں رو رو کر سفید ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاأَسَفَى عَلَى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ﴾ [26]

اس نے منہ پھیرا اور کہنے لگا۔ ہائے یوسف! اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں، پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''

سورہ ہود میں کفار کی ان حقارت انداز آنکھوں کا تذکرہ ہے کہ جن تحقیر آمیز نظروں سے وہ اہل حق کو ازراہ تکبر دیکھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَما نَراكَ اتَّبَعَكَ إِلاَّ الَّذِينَ هُمْ أَراذِلُنا بادِيَ الرَّأْيِ وَما نَرى لَكُمْ عَلَيْنا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كاذِبِينَ﴾ [27]

اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ اور ہم تمھارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تمھیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعاً ﴾ [28]

اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور اس سے ان کو اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں نظر کا استعمال اور اس کے اسرار

احادیث مبارکہ میں کئی مقامات پر آنکھ کے اشاروں، نظروں کے زاویوں، اور بصارت و بصیرت کے فرق کو نہایت لطیف انداز میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: " كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ الشَّيْءَ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ. [29]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کنواری عورت سے بھی زیادہ "جو اپنے پردے میں ہو" باحیاء تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ناگوار محسوس ہوتی تو وہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ہی پہچان لیا کرتے تھے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

بخاری شریف کی روایت ہے:

عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلاَ رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي[30].

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سے میں اسلام لایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پردہ کے ساتھ) مجھے (اپنے گھر میں داخل ہونے سے) کبھی نہیں روکا اور جب بھی آپ مجھ کو دیکھتے' خوشی سے آپ مسکرانے لگتے۔

سنن ابن ماجہ کی روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَا يُحِبُّ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ» ، وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ»[31].

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اچھی بات دیکھتے تو فرماتے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی مہربانی سے تمام نیک کام پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں''، اور جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو فرماتے: ہر حال میں اللہ کا شکر ہے''۔

اہل دنیا کے چہروں پر نمایاں آثار کے معنوی حقائق

روز مرہ زندگی میں چہروں کے تاثرات کے حقائق

انسانی زندگی کے شب و روز میں اس پر کئی ایک حالات، واقعات، کیفیات اور سانحات ایسے گزر جاتے ہیں جن میں وہ شدید غم اور دکھ محسوس کرتا ہے۔ بسا اوقات ان غموں کا تعلق شخص کی اپنی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ کوئی مشاہدہ اور نظروں کے سامنے برپا ہونے والا حادثہ اسے پشیمان کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس اندرونی کیفیت کے باعث انسان کا چہرہ رنگ بدل لیتا ہے اور گویا چہرہ اندرونی ہیجان کی تصویر کشی کر لیتا ہے۔

اسی طرح انسان جب کوئی ایسی خبر سن لیتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا تب بھی چہرہ اس کی ناگواری کو نمایاں کر دیتا ہے۔

قرآن کریم میں دو مواقع پر ایسے چہروں کا ذکر ہے جو کسی ناپسندیدہ بات کے سننے پر سیاہ پڑنے لگے، گویا اندرونی سیاہی کو واضح کر دیا۔ سورہ نحل اور سورہ زخرف میں ایک ہی سیاق میں ایسے چہروں کا ذکر ہے۔ کفار مکہ کے یہاں بچیوں کی پیدائش کو بڑی مصیبت اور پریشانی کا معاملہ خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب ان میں سے کسی کو یہ بتایا جاتا کہ اس کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی ہے تو بجائے خوش ہونے کے اندرونی غم واضطراب سے اس کا چہرہ سیاہ پڑنے لگتا ہے۔ گویا چہرہ اس کی اندرونی گھٹن کی غمازی کر رہا ہوتا ہے۔

جب منکر انسان کے سامنے حق بیان کیا جاتا ہے، تو حق کی ناپسندیدگی کے باعث اس کے چہرے پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے سورہ حج میں اس کا بیان ہے۔ اسی طرح رسوا شدہ اور عتاب زدہ چہروں کا بیان سورۃ الاسراء میں ملتا ہے، جہاں اہل کتاب سے کیے گئے وعدے کا ذکر ہے کہ ان پر جنگ یقیناً مسلط ہو کر رہے گی اور یہ ان کی

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

سرکشی کا خمیازہ ہو گا جو بالآخر انہیں بھگتنا ہی ہو گا۔ جس کے باعث ان کے چہرے بگڑ جائیں گے، یعنی ذلت ان سے ظاہر ہو کر رہے گی۔

سورۃ الفتح میں عبادت گزاری کی برکت سے نورانی اور خوشنما چہروں کا ذکر ہے۔ ان کے چہروں کی خوش منظری دراصل اندرونی اطمینان اور سکون کے باعث ہوتی ہے جو انہیں عبادت وریاضت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے باعث حاصل ہوتا ہے۔

سورۃ البقرۃ میں دعا میں منہمک پر شوق چہرے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ دعا میں صاحب دعا کے مکمل استغراق کے باعث، چہرہ بھی گویا مجسم التجاء بن جاتا ہے۔ تحویل قبلہ کے سلسلے میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے قلبی کے ساتھ چہرہ انور کو آسمان کی طرف بلند فرمانا، رب تعالیٰ کو اپنے رسول کی یہ ادا اور دعا کی سچائی اس قدر پسند آئی کہ اس کا ذکر اپنی مقدس کتاب میں فرما دیا۔

غم زدہ اور اندوہ نصیب چہرے

انسانی زندگی کے شب وروز میں اس پر کئی ایک حالات، واقعات، کیفیات اور سانحات ایسے گزر جاتے ہیں جن میں وہ شدید غم اور دکھ محسوس کرتا ہے۔ بسا اوقات ان غموں کا تعلق شخص کی اپنی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ کوئی مشاہدہ اور نظروں کے سامنے برپا ہونے والا حادثہ اسے پشیمان کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس اندرونی کیفیت کے باعث انسان کا چہرہ رنگ بدل لیتا ہے اور گویا چہرہ اندرونی ہیجان کی تصویر کشی کر لیتا ہے۔

اسی طرح انسان جب کوئی ایسی خبر سن لیتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا تب بھی چہرہ اس کی ناگواری کو نمایاں کر دیتا ہے۔

قرآن کریم میں دو مواقع پر ایسے چہروں کا ذکر ہے جو کسی ناپسندیدہ بات کے سننے پر سیاہ پڑنے لگے، گویا اندرونی سیاہی کو واضح کر دیا۔ سورہ نحل اور سورہ زخرف میں ایک ہی سیاق میں ایسے چہروں کا ذکر ہے۔ کفار مکہ کے یہاں بچیوں کی پیدائش کو بڑی مصیبت اور پریشانی کا معاملہ خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب ان میں سے کسی کو یہ بتایا جاتا کہ اس کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی ہے تو بجائے خوش ہونے کے اندرونی غم واضطراب سے اس کا چہرہ سیاہ پڑنے لگتا ہے۔ گویا چہرہ اس کی اندرونی گھٹن کی غمازی کر رہا ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں دو آیات میں ایسے چہروں کا تذکرہ ہوا ہے۔

سورۃ النحل کی میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴾ (32)

اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

سورۃ الزخرف کی میں یہی مضمون کچھ یوں بیان فرمایا:

﴿ وَإِذا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِما ضَرَبَ لِلرَّحْمنِ مَثَلاً ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴾[33]

ترجمہ: اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم وغصے میں بھرا رہتا ہے۔

أَيْ ; لِأَنَّ شِدَّةَ الْحُزْنِ وَالْكَآبَةِ تُسَوِّدُ لَوْنَ الْوَجْهِ.[34]

چہروں پر چھا جانے والی یہ سیاہی در حقیقت اندرونی غم وغصے کا خود کار اظہار ہے جو کہ چہرے سے عیاں ہو کر رہتا ہے اور اندرونی غم کی شدت کے باعث چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

مفاتیح الغیب میں رازی اس مقام پر لکھتے ہیں:

وَأَقُولُ إِنَّمَا جَعَلَ اسْوِدَادَ الوجه كِنَايَةً عَنِ الْغَمِّ، وَذَلِكَ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا قَوِيَ فَرَحُهُ انْشَرَحَ صَدْرُهُ وَانْبَسَطَ رُوحُ قَلْبِهِ مِنْ دَاخِلِ الْقَلْبِ، وَوَصَلَ إِلَى الْأَطْرَافِ، وَلَا سِيَّمَا إِلَى الوجه لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ التَّعَلُّقِ الشَّدِيدِ[35].

"چہرے کے سیاہ پڑ جانے کو غم کا کنایہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جب انسان کو کوئی زبردست خوشی ملتی ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس دل کھل اٹھتا ہے اور اعضاء تک اس کا اثر پہنچ جاتا ہے بالخصوص چہرے پر، کیونکہ چہرے اور دل کے مابین ایک قوی تعلق پایا جاتا ہے اور جب خوشی کی لہریں چہرے کی بیرونی سطح پر پہنچتی ہیں تو چہرہ چمک اٹھتا ہے بعینہ جب انسان کو شدید غم لاحق ہوتا ہے تو روح گویا دل میں اٹک جاتی ہے اور یوں تازہ لہروں کی رسائی چہروں تک ہو نہیں پاتی تو چہرہ سیاہی مائل اور پیلا پڑ جاتا ہے اور اس پر خاک و کثافت کا اثر غالب آنے لگتا ہے۔یوں ثابت ہوا کہ خوشی کے لوازم میں سے چہرے کا منور ہو کر چمک اٹھنا ہے اور غم کے لوزم میں سے چہرے کا مرجھا جانا اور اس پر غم کا غبار چھا جانا ہے۔چنانچہ چہرے کی سفیدی اور روشنی کو خوشی سے کنایہ بنالیا گیا ہے اور اس کی سیاہ کو غم کا کنایہ"۔

ان آیات سے بخوبی واضح ہوتا ہے غم والم پر چہرے کی دلالت نہایت واضح ہوتی ہے اور دیکھنے والے پر اس کی تاثیر نہایت گہری ہوتی ہے۔قدیم زمانے سے چہرے کی یہ دلالت انسانوں کے مشاہدے میں رہی ہے اور ہماری روزمرہ زندگی میں بھی جب کوئی مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

چہرے جو حق کو ناپسند کرتے ہیں

سورہ حج کی آیت 72 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذا تُتْلى عَلَيْهِمْ آياتُنا بَيِّناتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آياتِنا قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذلِكُمُ النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ [36].

اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور) تم ان کے چہروں پر صاف طور پر ناخوشی کے (آثار) دیکھتے ہو قریب ہوتے ہیں کہ جو لوگ انکو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں کہہ دو کہ میں تم کو اس سے بھی بری چیز بتاؤں؟ وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا خدا نے کافروں سے وعدہ کیا ہے

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

اور (وہ) برا ٹھکانا ہے۔

أضواء البیان میں الشنقیطی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَذَلِكَ الْمُنْكَرُ الَّذِي تَعْرِفُهُ فِي وُجُوهِهِمْ، إِنَّمَا هُوَ لِشِدَّةِ كَرَاهِيَتِهِمْ لِلْحَقِّ، وَمِنَ الْآيَاتِ الْمُوَضِّحَةِ لِكَرَاهِيَتِهِمْ لِلْحَقِّ، أَنَّهُمْ يَمْتَنِعُونَ مِنْ سَمَاعِهِ، وَيَسْتَعْمِلُونَ الْوَسَائِلَ الَّتِي تَمْنَعُهُمْ مِنْ أَنْ يَسْمَعُوهُ...[37].

"ان کے چہروں پر جو بگڑنے کے آثار نظر آنے لگتے ہیں در حقیقت حق سے ان کی شدید کراہت کے سبب سے ہی نظر آتے ہیں اور ایسی آیات کے سنائے جانے کے وقت بھی جو ان کی حق سے ناپسندیدگی کو واضح کر رہی ہوتی ہیں وہ ان کو سننے سے گریز کرتے ہیں؛ اور ایسے وسائل ڈھونڈتے ہیں جو ان کے اور ان آیات کے سماع کے بیچ رکاوٹ بن جائیں۔"

علامہ شعراوی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

أي: الكراهية تراها وتقرؤها في وجوههم عُبُوساً وتقطيباً وغضباً وانفعالاً، ينكر ما يسمعون، ويكاد...[38].

"جو کراہت آمیزی تم ان کے چہروں پر دیکھتے اور پڑھتے ہو یعنی تیوریاں اور بل وہ ان کے اندر موجود غیظ و غضب اور قرآن کی مخالفت پر دلالت کرتے ہیں۔

آیت کریمہ میں جس اشاراتی مثال کا ذکر ہے اس میں نہایت عمیق بلاغت اور کفار کے چہروں کی حالت کی نہایت واضح دلالت کا بیان ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور قرآنی اوامر کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تھا، ان کے چہروں نے ان کی اندرونی کیفیت کو اجاگر کر دیا۔ اگرچہ وہ منہ اسے ایک لفظ بھی نہ بولیں، حق سے ان کے نفور کی شدت چہرے کی کالک سے چھلک پڑی۔

رسوا شدہ قہر زدہ چہرے

سورۃ الاسراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ﴾.[39].

اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہو گا۔ پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں۔

﴿لِيَسُوؤُا وُجُوهَكُمْ ﴾أَيْ يُهِينُوكُمْ وَيَقْهَرُوكُمْ.[40].

"مراد یہ ہے کہ تمھاری اہانت کریں اور تم پر غلبہ حاصل کریں۔"

ابن عادل تفسیر اللباب میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

يقال: سَاءَهُ يَسُوءه، أي: أحْزَنَهُ وإنما عزا الإساءة إلى الوجوه؛ لأنَّ آثار الأعراض الفسانيَّة الحاصلة في القلب إنَّما تظهر على الوجه، فإن حصل الفرح في القلب ظهرت النُّضرة والإشراق والإسفار في الوجه،... إلخ [41].

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

ساءہ کا معنی ہے غمزدہ کردینا، یہاں غمناک کرنے کی نسبت چہروں کی طرف کی گئی ہے کیوں کہ دل پر جو احوال و کیفیات طاری ہوتی ہیں ان کا ظہور چہرے پر ہوتا ہے، چنانچہ جب دل کو خوشی ملتی ہے تو چہرہ چمک اٹھتا ہے، شاداب ہو جاتا ہے اور روشن ہو جاتا ہے؛ اور اگر دل کو خوف یا غم سے پالا پڑتا ہے تب چہرے پر بدنمائی، غبار اور سیاہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اساءت یعنی غم زدہ کرنے کی نسبت چہروں کی طرف کی گئی ہے۔

جس جسمانی ہیئت کی تمثیل آیت میں دی گئی ہے، اس سے بنی اسرائیل کے چہروں کی حالت پر واضح دلالت ہوتی ہے، انہوں نے زمین میں جو فتنہ، فساد اور شور شرابہ برپا کر رکھا تھا، وہ ان تمام عذابوں، ذلت اور قہر کے حقدار تھے جو مومنوں کے ہاتھ انہیں پہنچا تھا۔ اور ان کے چہروں سے یہ ساری داستان عیاں ہو رہی تھی، اور سارا قصہ چہرے سنا رہے تھے۔

حیرانی میں ڈوبے سرگرداں چہرے

سورۃ الملک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَى وَجْهِهِ أَهْدَى أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ (42).

تو کیا جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھی راہ پر سیدھا چلے؟

ابن کثیر نے تفسیر القرآن العظیم میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

وَهَذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ لِلْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ، فَالْكَافِرُ مَثَلُهُ فِيمَا هُوَ فِيهِ كَمَثَلِ مَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَى وَجْهِهِ، أَيْ يَمْشِي مُنْحَنِيًا لَا مُسْتَوِيًا عَلَى وَجْهِهِ أَيْ لَا يَدْرِي أَيْنَ يَسْلُكُ وَلَا كَيْفَ يَذْهَبُ بَلْ تَائِهٌ حَائِرٌ ضَالٌّ،... إلخ(43).

"یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مسلمان اور کافر کی بیان فرمائی ہے؛ چنانچہ کافر کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے چہرے کے بل اوندھا چل رہا ہو یعنی الٹا چل رہا ہو، سیدھا نہیں، نہ تو اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس راستے پر چلنا ہے اور کہاں جانا ہے بلکہ سرگرداں اور گمراہ ہو جاتا ہے۔"

شہید سید قطب نے فی ظلال القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

والذي يمشي مكبا على وجهه إما أن يكون هو الذي يمشي على وجهه فعلا لا على رجليه في استقامة كما خلقه الله ، وإما أن يكون هو الذي يعثر في طريقه فينكب على وجهه ، ثم ينهض ليعثر من جديد...إلخ (44).

"جو شخص منہ کے بل چل رہا ہو یا تو وہ بالفعل اسی طرح چل رہا ہوگا، بجائے اس کے کہ وہ سیدھا چلے پاؤں کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کی ہے، یا دوسری صورت یہ ہے کہ جو اپنے راستے پر چلنے کے دوران ٹھوکر کھائے اور منہ کے بل گر پڑے پھر اٹھے تاکہ دوبارہ ٹھوکر کھائے اور گرے تو ایسے شخص کی یہ حالت ہوتی ہے کہ مایوسی، تنگی، مشقت اور ٹھوکریں اسے ہدایت یاب ہونے اور خیر کے راستے پر چل کر منزل تک پہنچنے ہی نہیں دیتیں۔

اس شخص کی حالت کا اس سے کیا مقابلہ جو ایسے راستے پر سیدھا چلا جا رہا ہو جس میں نہ تو ٹیڑھ پن ہو اور نہ ہی کوئی رکاوٹ اور اس کی منزل واضح اور نمایاں ہو۔ پہلا حال بدنصیب، گمراہ اور ہدایت سے محروم شخص کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے منحرف ہے اور اس کے احکام اور مخلوقات سے ٹکراتا ہے ایسا شخص دائمی رسوائی اور گمراہی میں

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

سر گرداں رہتا ہے جبکہ ایمانی زندگی آسانی و فراخی، استقامت اور میانہ روی کی زندگی ہوتی ہے اور کافرانہ زندگی مشقت، تنگی اور گمراہی کی زندگی ہوتی ہے۔"

اس آیت میں اشاراتی اسلوب میں زندگی کے دو متضاد کاروانوں کا ذکر ہے، ایک شخص سر کے بل، حیران سر گراں، پشیماں اور گھسٹتا ہوا چل رہا ہے جبکہ دوسرا شخص فطری انداز میں سیدھا چل رہا ہے اور اس کا راستہ بھی بالکل برابر اور سیدھا اور ہر طرح کے ٹیڑھ پن سے پاک ہے۔

عبادت گزار اور خوش منظر چہرے

اللہ رب العزت سورۃ الفتح کی آیت نمبر 29 میں فرماتے ہیں:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُود ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾[45].

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے، یہی وصف ان کا تورات میں ہے، اور انجیل میں ان کا وصف ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا پھر موٹی ہو گئی پھر اپنے تنہ پر کھڑی ہو گئی کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے، اللہ نے ان میں سے ایمان داروں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

ابن عادل تفسیر اللباب میں اس آیت کے معانی یوں بیان کرتے ہیں:

لمعنى علامتهم في وجوههم من أثر السجود. قيل: المراد سيماهم نورٌ وبياضٌ في وجوههم يوم القيامة.... استنارة وجوههم من كثْرةِ صلاتهم ... تكون مواضع السجود من وجوههم كالقمر ليلة البدر...[46].

"ان کی علامت ان کے چہروں پر موجود سجدوں کے آثار ہیں، اور بعض کے مطابق یہاں "سیماھم" سے مراد روز قیامت ان کے چہروں کی سفیدی اور نور ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد نماز کی کثرتِ ادائیگی کے باعث ان کے چہرے کی روشن چمک ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے میں سجدے کی جگہیں چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک تفسیر یہ مروی ہے کہ اس سے مراد حسین رخ اور خشوع اور تواضع ہے۔ یعنی سجدوں نے ان میں خشوع اور خوشنما چہروں کو اپنے آثار کے طور پر چھوڑا ہے۔

سید قطب لکھتے ہیں:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنَ الْوَضَاءَةِ وَالْإِشْرَاقِ وَالصَّفَاءِ وَالشَّفَافِيَةِ، وَمِنْ ذُبُولِ الْعِبَادَةِ الْحَيِّ الْوَضِيءِ اللَّطِيفِ. وَلَيْسَتْ هَذِهِ السِّيمَا هِيَ النُّكْتَةَ الْمَعْرُوفَةَ فِي الْوَجْهِ كَمَا يَتَبَادَرُ إِلَى الذِّهْنِ عِنْدَ سَمَاعِ قَوْلِهِ :مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ .. فَالْمَقْصُودُ بِأَثَرِ السُّجُودِ هُوَ أَثَرُ الْعِبَادَةِ.[47].

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

"عابدین کے چہروں کی شفافیت، چمک اور ایک لطیف رونق یہ دلالت کرتی ہو گی کہ یہ عابدین ہیں۔ من اثر السجود سے فوراذہن ماتھے پر پڑ جانے والے اس نشان کی طرف جاتا ہے جو سخت جگہوں پر سجدے کی وجہ سے پڑ جاتا ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں بلکہ اس سے عبادت کا معنوی اثر مراد ہے اور لفظ سجود کی دلالت کامل خشوع ،خضوع اور عبودیت پر ہوتی ہے، چہرے پر موجود کبر وریاء کے آثار کی جگہ تواضع، طمانیت،اور ایک لطافت مومن کے چہرے کا احاطہ کر لیتی ہے۔"

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جنھوں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی،اور ایسے انہاک سے عبادت میں مشغول ہوئے کہ اس کے پاکیزہ آثار ان کے رگ وپے میں سرایت کر گئے اور یہی آثار اشاراتی زبان میں دوسروں کے لیے ایک خاموش دعوت بن گئے۔

دعا کرنے والے پر شوق چہرے

سورۃ البقرۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾(48).

(اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں خدا ان سے بے خبر نہیں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَكَانَ يُحِبُّ قِبْلَةَ إِبْرَاهِيمَ فَكَانَ يَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ ... إلخ (49).

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراھیم علیہ السلام کے قبلے کو پسند فرماتے تھے، آپ دعا فرماتے اور آسمان کی جانب دیکھا کرتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ...

التیسیر میں شیخ عبدالرحمٰن سعدی نے تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

أي: كثرة تردده في جميع جهاته، شوقا وانتظارا لنزول الوحي باستقبال الكعبة، (50).

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرمارہے ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ یعنی کعبہ کو قبلہ ٹھرانے کی وحی کے انتظار میں آپ کا پر شوق دیکھنا ہم بخوبی دیکھ رہے ہیں۔

شہید سید قطب نے اس مقام کی بڑی لطیف تفسیر کی ہے لکھتے ہیں:

وهو يشي بتلك الرغبة القوية في أن يوجهه ربه إلى قبلة غير القبلة التي كان عليها . بعدما كثر لجاج اليهود وحجاجهم ؛ ووجدوا في اتجاه الجماعة المسلمة لقبلتهم وسيلة للتمويه والتضليل والبلبلة والتلبيس، فكان يقلب وجهه في السماء، ولا يصرح بدعاء، تأدبا مع ربه، وتحرجا أن يقترح عليه شيئا ، أو أن يقدم بين يديه

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: April 20, 2026

شیئا[51].

"آپ کا آسمان کی جانب یوں دیکھنا اس قوی رغبت کے باعث تھا کہ آپ کا رب آپ کے قبلہ موجودہ کو بدل دے کیونکہ یہود اس سلسلے میں زبردست کٹ حجتی اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی باتیں کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش التجاء کے ساتھ آسمان کی جانب اپنا چہرہ انور فرماتے اور صراحت کے ساتھ دعا کے الفاظ ادا نہیں فرما رہے تھے اور اس بات کو رب تعالیٰ کے ادب کی وجہ سے الفاظ میں نہیں لا رہے تھے کہ کہیں کوئی بات ادب کے منافی یا تجویز نہ بن جائے۔"

آپ علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں ایک دعائے خاموشی فرمائی اور آپ آسمان کی جانب دیکھا کرتے اس شوق کے ساتھ کہ آپ کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ آپ کے لیے مقرر و متعین ہو جائے۔

یہ وہ اشاراتی زبان واسلوب ہے جو یہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا اور ایک خاموش دعا فرمائی جس میں چہرہ مبارک آسمان کی جانب فرمایا، پس چہرے کو آسمان کی جانب کرنا دعا پر دلالت کرتا ہے۔

اہم نتائج

اس موقع پر بطور خلاصہ چند نتائج کا ذکر از بس ضروری ہے جو کہ ہماری متواضعانہ کاوش کے ابواب کی تحقیق سے پایہ ثبوت کو پہنچتے ہیں:

1. انسانوں کے مابین اتصال باہمی محض الفاظ و کلمات سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ باڈی لینگویج (اشاراتی زبان) پیغام کے تکامل اور کامیاب تعامل کے لیے برابر کی اہمیت رکھتی ہے۔ مفہوم کی عمدہ ادائیگی اس کے بغیر ممکن نہیں۔
2. اشاراتی زبان ہاتھوں کی حرکت تک محدود نہیں، آنکھیں، چہرے کے تاثرات، سر کے اشارات، کھڑے ہونے، بیٹھنے، چلنے کے انداز حتیٰ کہ پاؤں کی پائل تک ایک مفہوم اور معانی دنیا سمیٹے ہیں۔ پوری جسم کی مجموعی کیفیت و ہیئت تک اشاراتی زبان کے ارکان ہیں۔
3. قرآن کریم میں اشاراتی زبان کا بھرپور استعمال موجود ہے اور یہ دین کی دعوت کے میادین میں اس کی اہمیت کا بین ثبوت اور داعی کے لیے اسکے رموز کی مہارت کے لزوم کو ثابت کرتا ہے۔
4. قرآن کریم میں جن ارکان کے تعلق سے اشاراتی زبان کا استعمال موجود ہے ان میں زیادہ نمایاں آنکھیں، چہرہ، سر، ہاتھ اور پاؤں شامل ہیں۔
5. آنکھ کے اشاراتی زبان میں تین چیزیں شامل ہیں:
   - آنکھ کے خول سے متعلق اشارے۔
   - دیکھنے کے انداز۔
   - نگاہوں کا استعمال۔
6. اشاراتی زبان کا سب سے متنوع مرکز چہرہ ہے۔ چہرے کے آثار، ناک کی حرکات جیسے ناک سکیڑنا، ہونٹوں کی ہیئات، غرض ہر ایک اپنی اشاراتی حقیقت اور رمز رکھتا ہے۔
7. الفاظ کا مد و جزر، سختی اور نرمی سے ادائیگی اور لہجہ ایک پوشیدہ اشاراتی زبان ہے۔ قرآن کریم کی قرآت کے انداز اس کی عمدہ ترین مثال ہے۔

OPEN ACCESS

CC BY

Published:
April 20, 2026

8. اگرچہ اشاراتی زبان الفاظ کے ساتھ باہم مل کر معانی تشکیل دیتی ہے تاہم اشاراتی زبان تنہا بھی معانی کی کامل ادائیگی کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جیسے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ۔
9. تعلیم وتربیت اور دعوت میں اشاراتی زبان کی مہارت داعی کے لیے بنیادی شرائط میں سے ہے اس کے بغیر طلبہ اور مدعوین تک بھرپور رسائی ممکن نہیں۔
10. قرآن حکیم نے بعض سلبی اشارات کی شدید مذمت بیان کی ہے جیسے ھمز، غمز اور لمزا۔

ان سب کی تفصیل مقالے کے مطلوبہ مقام پر موجود ہے۔

حوالہ جات

([1]) سورة مريم:19، رقم الأية: 27-29.
([2]) سورة آل عمران:3، رقم الأية:41.
([3]) سورة الذاريات:51، رقم الأية: 25-26.
([4]) سورة يوسف:12، رقم الأية:50.
([5]) أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي ، السنن الصغرى للنسائي،الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، كتاب صلاة العيدين، كَيْفَ الْخُطْبَةُ، رقم ح:1578، ج: 3، ص:188.
([6]) الإمام أبو عبدالله البخاري محمد بن إسماعيل بن ابراهيم، صحيح البخاري،(من طبعة: دارطوق النجاة)،أبواب الاستسقاء، بَابُ رَفْعِ الإِمَامِ يَدَهُ فِي الِاسْتِسْقَاءِ ، رقم: 1031، ج:2، ص: 32.
([7]) الإمام أبو الحسن مسلم بن الحجاج القشيري ، صحيح مسلم،(من طبعة: دار إحياء التراث العربي) ،كتاب البر والصلة والآداب، بَابُ تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ، وَخَذْلِهِ، وَاحْتِقَارِهِ وَدَمِهِ، رقم ح: 2564، ج: 4، ص: 1986.
([8]) صحيح البخاري،كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لاَ يَعْنِيهِ، رقم ح: 7294.
([9])سورة لقمان: 31، رقم الأية: 19.
([10]) المؤلف الدكتور عثمان بن محد الصديقي، خلاصة الكلام في حكم القرأء بالمقام، دراسة فقهية، كلية الملك فهد الأمنية – المملكة العربية السعودية، رقم الصفحة:7.
([11]) سورة الكهف: 18، رقم الأية:14.
([12]) محد الطاهر بن محد بن عاشور التونسي ، الكتاب :التحرير والتنوير، (الناشر : الدار التونسية للنشر – تونس)، سورة الكهف:18، رقم الأية:14، ج:15، ص: 272.
([13]) سورة البقرة:2، رقم الأية: 275.
([14]) التحرير والتنوير،سورة البقرة:2، رقم الأية: 275، ج:3، ص:81.
([15]) سورة الزمر:39، رقم الأية:68.
([16]) أبو عبد الله محد بن عمر الرازي الملقب بفخر الدين الرازي ، الكتاب: مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، (الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت) سورة الزمر:39، رقم الأية: 68، ج:27، ص: 477.
([17]) سورة المطففين:83، رقم الأية:6.
([18]) التحرير والتنوير،سورة المطففين: 83، رقم:6، ج:30، ص: 193.
([19]) سورة النساء:4، رقم الأية:103.
([20]) أبو جعفر الطبري محد بن جرير ، جامع البيان في تأويل القرآن،(الناشر: مؤسسة الرسالة)،سورة النساء:5، رقم الأية: 103، ج: 9، ص: 164.
([21]) سورة يونس: 10، رقم الأية: 12.
([22]) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي،سورة يونس:10، رقم الأية: 12، ج:8، ص: 317.
([23]) سورة السجد: 32، رقم الأية: 16.
([24]) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي،سورة السجد: 32، رقم الأية: 16، ج: 14، ص: 100.
([25]) سيد قطب إبراهيم ، ظلال القرآن،(الناشر: من المكتبة الإسلامية)، سور السجدة:32، رقم الأية: 16، ج:5، ص: 2813.
([26]) سورة يوسف:12، رقم الأية:84.
([27]) سورة هود:11، رقم الأية: 27.
([28]) سورة الأسرأء:17، رقم الأية: 109.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
April 20, 2026

([29]) مسند أحمد، في مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، رقم الحديث: 11862،ج: 18، ص: 369.
([30]) صحيح البخاري،كتاب الجهاد والسير، بَابُ مَنْ لاَ يَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ، رقم الحديث: 3035، ج:4، ص: 65.
([31]) الامام ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، (دار إحياء الكتب العربية)، كتاب الأدب، بَابُ فَضْلِ الْحَامِدِينَ، رقم الحديث:3803، ج:2، ص: 1250.
([32]) سورة النحل:16، رقم الأية:58.
([33]) سورة الزخرف:43، رقم الأية:17.
([34]) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، سورة النحل، 16، ج:2، ص: 387.
([35]) مفاتيح الغيب = التفسير الكبير،سورة النحل، 16، ج:20، ص: 225.
([36]) سورة الحج:22، رقم الأية:72.
([37]) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، سورة المؤمنون:23، تحت رقم الأية:70، ج:5، ص: 341.
([38]) تفسير الشعراوي – الخواطر ، سورة الحج:22، رقم الأية:72، ج:16، ص: 9928.
([39]) سورة الأسراء:17، رقم الأية: 7.
([40]) تفسير القرآن العظيم، لابن كثير، سورة الأسراء:17، رقم الأية: 7، ج:6، ص: 45.
([41]) اللباب في علوم الكتاب، سورة الأسراء:17، رقم الأية: 7، ج:12، ص: 215.
([42]) سورة الملك:67، رقم الأية: 22.
([43]) تفسير القرآن العظيم، لابن كثير، سورة الملك:67، رقم الأية: 22، ج:8، ص: 201.
([44]) ظلال القرآن،، سورة الملك:67، رقم الأية: 22، ج:6، ص: 3643.
([45]) سورة الفتح:48، رقم الأية:29.
([46]) اللباب في علوم الكتاب، سورة الفتح: 48، ج:17، ص: 514.
([47]) ظلال القرآن،، سورة الفتح:48، ج: 6، ص: 3331.
([48]) سورة البقرة:2، رقم الأية: 144.
([49]) تفسير ابن كثير، سورة البقرة:2، رقم الأية: 144، ج:1، ص: 330.
([50]) عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله السعدي ، تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، الناشر: مؤسسة الرسالة، سورة البقرة:2، رقم الأية: 144، ج:1، ص: 71.
([51]) ظلال القرآن،سورة البقرة:2، رقم الأية: 144، ج:1، ص: 135.

CC BY